مقام اہل بیت
اور
محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ

ترجمہ
فضل الرحمٰن رحمانی ندوی مدنی
فاضل جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ

فہرست مضامین

محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ کون ہیں؟

دنیا امام محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ کو مصلح امت کے نام سے جانتی ہے بلاشبہ آپ مصلحین امت میں سے ہیں آپ کی پرورش جزیرۃ العرب کے خالص عربی ماحول میں ہوئی آپ جزیرۃ العرب کے قلب میں پلے بڑھے اور پروان چڑھے یہ اس وقت کی بات ہے جس وقت جزیرہ عرب جاہلیت کے گھٹا ٹوپ اندھیرے میں ڈوبا ہوا تھا اور عرب کے ماحول کو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ سے کوئی واسطہ نہیں رہ گیا تھا عربوں کا یہ حال تھا ظلم و بربریت، قتل وغارت گری، اور قبیلوں کے مابین لوٹ کھسوٹ کا دوردورہ تھا اور دین وایمان ایک اجنبی چیز بن کر رہ گیا تھا۔

شیخ محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ ۱۱۱۵ھ میں ان ناگفتہ بہ حالات میں پیدا ہوئے جن کا پورے جزیرۃ العرب اور اس کے آس پاس کے علاقوں میں دوردورہ تھا آپ کی پرورش ایک دینی اور علمی گھرانے میں ہوئی اور شروع سے ہی آپ کو دینی ماحول ملا چنانچہ آپ ابتداہی سے تعلیم سے وابستہ ہو گئے رفتہ رفتہ علم کی تشنگی بڑھتی گئی اور اس کی آسودگی کے لئے آپ نے نجد سے مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ پھر بصرہ کا سفر کیا اور بصرہ میں وہاں کے جید علماء اور فضلاء سے مستفید ہونے کی غرض سے آپ نے ایک طویل مدت تک قیام فرمایا وہیں سے آپ کی شخصیت میں نکھار آیا اور آپ نے تجربات کے ذریعہ اپنی شخصیت کو مستحکم کرلیا اور اس ملک کے مختلف رجحانات کے حامل مکاتب فکر نے آپ کو دعوت حق کی امانت اپنے کاندھوں پر اٹھانے پر مجبور کردیا تو آپ دعوت حق کا شعلہ بن ہوکر پورے جزیرۂ عرب کو منور کرتے ہوئے نظر آنے لگے۔

اس کے بعد آپ نے بصرہ ہی میں دعوت واصلاح کے کام کا آغاز فرما کر وہاں کی عوام میں رائج شرکیہ رسم ورواج اور حرام قسم کے اعمال وافعال کی بیخ کنی کرتے ہوئے اپنی دعوت وتجدید کی مہم کا آغاز کیا چنانچہ مقامی علماء میں سے شیخ مجموعی رحمہ اللہ نے آپ کے اس جراتمندانہ اقدام کو سراہا اور اس کی تعریف کی ایک روایت کے مطابق آپ نے لوگوں کو توحید خالص سے روشناس کرانے اور عوام وجاہل طبقہ کو علم عقیدہ کے اصول ومبادی سے متعارف کرانے کی غرض سے بصرہ ہی میں اپنی مشہور کتاب ''کتاب التوحید'' تحریر فرمائی اور ایک دوسری روایت کے مطابق بصرہ سے واپسی پر جزیرۃ العرب کے مشہور شہر ''حریملاء'' میں لکھی۔

لیکن اس دور میں دین حنیف کے اصل سرچشمہ سے دوری، اس کی طرف سے بے توجہی ولاپرواہی اور رسم ورواج کی اندھی تقلید کی وجہ سے آپ کو عوام اور خواص کی طرف سے اذیتوں اور آزمائشوں کا بھی سامنا کرنا پڑا حتیٰ کہ آپ کو دوپہر کی چلچلاتی دھوپ میں اکیلے پاپیادہ بصرہ سے نکل جانے کے لئے مجبور کیا گیا چنانچہ آپ نے وہاں سے شام کی طرف کوچ کر جانے کا ارادہ فرمایا تاکہ علم ومعرفت کے حصول کے مزید زینے طے کر سکیں لیکن سازوسامان اور زادراہ چوری ہو جانے کی وجہ سے آپ کو شام کی طرف جانے کا ارادہ ترک کرنا پڑا چنانچہ وہاں سے آپ الاحساء واپس تشریف لے آئے اور وہاں کے علماء کرام کے مہمان بنے پھر شیخ عبداللہ بن محمد بن عبداللطیف الاحسائی شافعی رحمہ اللہ کی ضیافت میں رہے اور وہاں کے کبار علما سے ملاقات کی اس طرح آپ کا یہ پرخطر اور پرمشقت سفر اختتام پذیر ہوا جس میں آپ کو اپنے والد اور اپنے آبائی وطن سے دوری اور جدائی کی صعوبتیں برداشت کرنی پڑیں بہرحال اس طرح شیخ علیہ الرحمہ اپنے دامن میں علوم ومعرفت کا خزانہ سمیٹے ہوئے واپس نجد تشریف لے آئے، اور کتب تفسیر وعقیدہ اور حدیث کے پڑھانے میں مشغول ہو گئے جس نے آپ کے ذہن وقلب کے دریچے کھول دیئے اور آپ کو دین کے صحیح فہم سے روشناس کرانے میں کلیدی کردار ادا کیا اور اصلی مراجع اور دین کے بنیادی سرچشموں سے حصول حق کی

جستجو کی چنگاری کو اس نے ہوا دے کر اسے آپ کے سویدا قلب میں شمع فروزاں بنا دیا۔

اس کے بعد شیخ محترم رحمہ اللہ نے دعوت الی اللہ کے فریضہ کی انجام دہی، دین خالص کے مٹے ہوئے نقوش کا دوبارہ اجراء اور خالص توحید کے احیاء کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنا لیا اور لوگوں کو عقیدہ توحید کے سائے میں لانا، شرک کی آلودگی سے ان کی حفاظت کرنا اور انہیں رب العالمین کی توحید سے روشناس کرانا شیخ محترم رحمہ اللہ کا محبوب مشغلہ بن گیا لیکن اس راہ میں بھی آپ کے رقیبوں نے آپ کو چین سے بیٹھنے نہیں دیا اور آپ کو بڑی اذیتیں اور تکلیفیں دیں لیکن اس کے باوجود آپ کے پائے استقامت میں ذرہ برابر جنبش نہ آئی اور آپ نے عزم واستقلال کا پہاڑ بن کر ان کا مقابلہ کیا اور پورے جوش وخروش کے ساتھ اپنے مشن کو جاری رکھا اس راہ میں آپ نے ان دعاۃ مخلصین کی اتباع اور پیروی کو اپنا نصب العین بنایا جو سیدالانبیاء والمرسلین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی اور پکی اتباع کرنے والے تھے۔

اس طرح تعلیم وتعلم، علم ومعرفت، دعوت واصلاح، عبادت وریاضت، مجاہدہ اور تزکیہ نفس سے لبریز زندگی گذارتے ہوئے آپ نے سن ۱۲۰۶ھ میں داعی اجل کو لبیک کہا۔ اللہ تعالیٰ آپ پر اپنی رحمتوں کی بارش فرمائے اور آپ کی اور تمام مسلمانوں کی مغفرت فرما کر ان کو اپنی رحمت واسعہ کے سایہ عاطفت میں لے لے۔ آمین

............*

کھرے اور کھوٹے کو پرکھنے کی کسوٹی

یہ شیخ محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ کی سیرت کے چند تابندہ نقوش تھے جس کو تذکرہ نگاروں اور آپ کی حیات علمیہ کے مؤرخین نے اپنے اپنے انداز سے پیش کیا ہے لیکن ہر مصلح اور داعی کے حاسدین اور ناقدین بھی ضرور ہوا کرتے ہیں جو ان کی دعوت اور اصلاحی کاموں کے لئے رخنہ اندازی کے درپے رہتے ہیں۔ تاریخ دعوت وعزیمت انبیاء علیہم السلام سے لے کر آج کے مصلحین امت اور داعیان دین تک اس قسم کی مثالوں سے لبریز ہے کیونکہ ہمیشہ داعیان حق کی دعوت اور اصلاح کی خلاف ورزی ان کی قوم کے لوگوں اور ان کے ہم عصروں نے ہی کی اور ان کے لئے طرح طرح کی رخنہ اندازیاں کر کے ان کی ساکھ کو کمزور اور ان کی نیک نامی کو داغ دار کرنے کی کوشش کی، بعینہ یہی حال ہمارے شیخ موصوف علیہ الرحمۃ کا ہے بلکہ اگر یہ کہا جائے تو بیجا نہ ہوگا کہ ہمارے شیخ رحمہ اللہ اس معاملہ میں مظلوم زمانہ ہیں ان پر ان کے دشمنوں اور حاسدوں نے یکجا ہو کر وار کیے ہیں لیکن ہمارے شیخ رحمہ اللہ کی قوت عزیمت کے سامنے ان کے ترکش سے چلائے گئے تیر نشانہ بہدف نہ ہو سکے بلکہ وہ اپنے ہدف تک پہنچنے سے پہلے ہی ٹوٹ کر ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے ان کے بارے میں شاعر کا یہ قول حق بجانب ہے:

کناطح صخرة يوماً ليوهنها
فلم يضرها واوهى قرنه الوعل

”جیسے کہ کوئی بیل کسی چٹان کو سینگ مار مار کر طبع آزمائی کرے تو اس کے بلاوجہ کے اس جنون سے پتھر کی چٹان کا کیا بگڑے گا بلکہ اس بیل کے سینگ ہی اس کی جنونی کیفیت کی وجہ سے کمزور اور لاغر ہوتے چلے جائیں گے۔“

اللہ تعالیٰ نے شیخ موصوف کی شان کو سر بلندی عطا فرما کر دوام بخش دیا اور ان کے ذکر کو زندہ جاوید بنا کر زباں زد خاص وعام کر دیا اور آپ کے حاسدوں اور آپ سے بغض و عداوت رکھنے والوں کا نام ونشان صفحۂ ہستی سے مٹ گیا اور گم نامی ان کا مقدر بن گئی یہی وجہ ہے کہ آج امام محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ کو دنیا مجدد دین اور مصلح امت کے نام سے جانتی اور یاد کرتی ہے اور تاریخ دعوت وعزیمت میں آپ کا نام سرفہرست لکھا جاتا ہے اس کے برعکس آپ کے مخالفین کا نام ونشان صفحۂ ہستی سے مٹ گیا کون جانتا ہے (ابن جرجس اور ابن داؤد، زبیری یا قبانی یا لکنھوری یا نبہانی وغیرہ کو) یہ تمام کے تمام لوگ گم نامی کے پردے میں چھپ گئے آج کوئی ان لوگوں کا نام لینے والا نہیں ہے لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ ہمارے شیخ رحمہ اللہ کو رشد وہدایت کی راہ میں مشعل راہ بنا کر اللہ تعالیٰ نے ان سے اس زمانے میں اپنے دین کی تجدید کا کام لیا ہے اور آپ کے نام کو تاریخ عالم کا حصہ بنا دیا ہے اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا ہے کہ:

﴿كَذٰلِكَ يَضۡرِبُ اللّٰهُ الۡحَقَّ وَ الۡبَاطِلَ فَاَمَّا الزَّبَدُ فَيَذۡهَبُ جُفَآءً وَ اَمَّا مَا يَنۡفَعُ النَّاسَ فَيَمۡكُثُ فِي الۡاَرۡضِ كَذٰلِكَ يَضۡرِبُ اللّٰهُ الۡاَمۡثَالَ﴾

(الرعد:۱۷)

''اسی طرح اللہ تعالیٰ حق وباطل کی مثال بیان فرماتا ہے باطل کی مثال جھاگ کی طرح ہے کہ جھاگ تو ناکارہ ہو کر چلا جاتا ہے لیکن جو چیز دائمی نفع والی ہے مراد یہ کہ لوگوں کو نفع دینے والی چیز زمین میں رہتی ہے اللہ تعالیٰ اسی طرح مثالیں بیان فرماتا ہے۔''

یہاں پر میں اس حقیقت کی وضاحت بھی کر دوں کہ جس نے بھی شیخ رحمہ اللہ کی مخالفت میں قلم اٹھایا یا آپ کی شان میں گستاخی کی یا آپ کے خلاف زبان درازی کی وہ تمام کے تمام ایسے لوگ تھے جنھوں نے اپنی ذاتی مصلحتوں اور دنیوی مناصب اور عہدوں کی لالچ میں آپ پر بہتان طرازی کی ہے اور اپنی مصلحتوں کی خاطر دروغ گوئی سے کام لیا ہے یا آپ کی ذات

سے امت مسلمہ کو متنفر کرنے کا پروپیگنڈہ کیا ہے اسی طرح ان کے بعد ان کے متبعین نے ان کی اندھی تقلید کرتے ہوئے بغیر کسی تحقیق اور تنقیح کے ان کے اقوال و آراء اور اقتباسات نقل کرنے پر اکتفا کیا ہے امانت علمیہ کا تقاضہ تو یہ تھا کہ کم از کم شیخ رحمہ اللہ کی کتابوں، آپ کی تحریروں اور آپ کے اقوال و آراء اور آپ کی کتابوں کی طرف رجوع کیا جاتا تاکہ حق کھل کر سامنے آ جاتا اور باطل اور دروغ گوئی کا قلع قمع ہو جاتا اور اس جعلی پروپیگنڈے کا ازالہ ہو جاتا جس کو اس عظیم مصلح کی پیشانی پر تھوپنے کی ناکام کوشش کی گئی ہے کیونکہ دوسروں کے اقوال و آراء اور معتقدات کو پرکھنے اور جانچنے کا یہی حقیقی معیار اور کھری کسوٹی ہے۔ اس لئے میرا آپ رحمہ اللہ کے مخالفین سے یہ کہنا ہے کہ شیخ رحمہ اللہ کی تحریریں اور کتابیں ہمارے لئے حکم عدل ہیں آیئے ہم آپ رحمہ اللہ کی کتابوں کا مطالعہ کریں اگر وہ حق کے مطابق ہیں تو ہم بالاتفاق اسے قبول کرلیں اور اگر وہ حق وصداقت کے مخالف ہیں تو ہم سب مل کر اس کو دیوار پر دے مارنے کے لئے تیار ہیں۔

نبی اکرم ﷺ کے اہل بیت کے بارے میں فضیلۃ الشیخ رحمہ اللہ کے اقوال اور آپ کی آراء نقل کرنے سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم اس اشکال کا بھی ازالہ کردیں جو بعض بھائیوں کے گوشہ دماغ میں گردش کررہا ہوگا وہ یہ کہ (شیخ موصوف رحمہ اللہ) نے اہل بیت کے بارے میں یا ان کے فضائل و مناقب اور ان کی قدر و منزلت کے بارے میں کوئی مستقل تصنیف و تالیف کیوں نہیں چھوڑی ہے؟ تو اس کا جواب دیتے ہوئے ہم یہ کہنا چاہیں گے کہ

ا: ہمارے شیخ رحمہ اللہ کا دور ہی ایسا دور تھا جس میں شرک اور بدعات کا دور دورہ تھا کتاب اللہ وسنت رسول اللہ ﷺ سے دوری کی وجہ سے لوگوں میں سے کوئی غیر اللہ سے دعا کرتا ہوا نظر آتا تھا تو کوئی اولیاء وصالحین سے استغاثہ اور مدد طلب کرتا ہوا دکھائی دیتا تھا کوئی قبروں کی بندگی کرتا ہوا نظر آتا تھا تو کوئی قبوں کی۔ آج کی طرح چونکہ اس زمانے میں اہل بیت سے بغض وعداوت کا بازار گرم نہ تھا اس لئے آپ نے چونکہ اپنے

زمانے کے لوگوں کو حقیقت توحید کی معرفت سے کوسوں دور پایا تھا اور شرک ومشرکین کی دسیسہ کاریوں سے انہیں نابلد محسوس کیا اس لئے آپ نے اپنے زمانے کا لحاظ کرتے ہوئے قلم اٹھایا اور اس دور کے فتنے کا منہ توڑ جواب دیا۔

۲: چونکہ ہمارے شیخ کا تعلق اہل سنت سے ہے اور اہل سنت حقوق اہل بیت کا پاس ولحاظ رکھتے ہیں اور اپنی کتابوں میں ان کے فضائل ومناقب کا جابجا تذکرہ کرتے ہیں اور ائمہ اہل بیت کے اقوال کو بطور استدلال پیش کرتے ہیں (چنانچہ صحیحین اور اسی طرح سنن ومسانید میں فضائل اہل بیت کے بارے میں خاطرخواہ تذکرہ موجود ہے ایسے ہی فضائل صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کے سلسلہ کی کتابوں میں اہل بیت کا بھرپور تذکرہ پایا جاتا ہے اور یہی وہ کتابیں ہیں جو صحیح عقیدہ بیان کرنے کے سلسلے میں شیخ رحمہ اللہ کا مرجع وماخذ ہیں کیونکہ انہیں کتابوں سے اخذ کرکے آپ نے صحیح اور مستند انداز میں عقیدہ صحیحہ کی ترویج واشاعت کی ہے۔

اس توضیح کے بعد ہم مزید تفصیل میں جائے بغیر اپنے موضوع کی طرف آتے ہیں اس سلسلہ میں ہمارا مطمع نظر یہ ہے کہ ہم شیخ موصوف کی اہل بیت سے محبت اور ان کے لئے آپ کے دل میں پائی جانے والی تعظیم وتوقیر کا تذکرہ خود شیخ موصوف ہی کے اقوال واقتباسات سے فراہم کریں اس لئے ہم نے اس سلسلہ میں ہر باب کے لیے مناسب عنوان کا انتخاب کیا ہے تاکہ قارئین کرام کے لئے ہر عنوان کے تحت دیئے گئے دلائل کا فہم وادراک آسان ہوجائے اور ان کے لئے منتشر افکار کو یکجا اور مرتب کرنا آسان ہوجائے۔

............*

شیخ موصوف کا اپنی اولاد کے ناموں کو اہل بیت کے ناموں سے موسوم کرنے کی حکمت

اس بات میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ ہر عقل منداپنی اولاد کے نام انہیں اشخاص کے ناموں پر رکھتا ہے جن سے وہ محبت کرتا ہے یا جس سے اس کو قلبی تعلق اور لگاؤ ہوتا ہے اور یہ بھی واضح ہے کہ ہم میں سے کوئی شخص اپنی اولاد کو اپنے دشمنوں اور مخالفین کے ناموں سے موسوم کرنا کسی صورت میں گوارا نہیں کرتا۔

اسی لئے شیخ رحمہ اللہ نے اپنے بڑے بیٹے کا نام علی رکھا تھا، اپنی بیٹی کو فاطمہ کے نام سے موسوم کیا تھا اس کے علاوہ آپ نے اپنے دو بیٹوں کو حسن وحسین کے نام سے موسوم کر کے اہل بیت سے محبت کا ثبوت پیش کیا، اس سلسلہ میں دارالافتاء کی طباعت شدہ (شیخ رحمہ اللہ کی کتاب۔ الدرر السنیہ ۱۲/ ۱۹) کے پہلے ایڈیشن کا مطالعہ فرمائیں۔ اسی طرح (د/ بسام کی علماء نجد نامی کتاب ۱/ ۱۵۵ کا مراجعہ کریں) مذکورہ سارے اسماء مبارکہ۔ کس قدر بہتر نام ہیں اور کس قدر بہتر ان مسمیٰ ہیں۔ [1]

---

[1] مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم یہاں پر اپنی اولاد کے نام رکھنے کے سلسلہ میں مختصراً اہل بیت کے تعامل کا تذکرہ کر کے لوگوں کو روشناس کراتے چلیں چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے تین بیٹوں کے نام خلفاء راشدین کے ناموں پر رکھے تھے ابوبکر رضی اللہ عنہ عمر رضی اللہ عنہ عثمان رضی اللہ عنہ آپ اپنے بیٹوں کے نام اس نام پر کیوں نہ رکھتے کیونکہ اخوت اسلامی کا تقاضہ یہی تھا اس کے علاوہ یہ لوگ آپس میں رشتہ دار بھی تھے اور ایک دوسرے سے بھائی چارگی، دوستی، اخوت والفت، محبت ومودت کا معاملہ رکھتے تھے جیسا کہ قرآن کریم نے بیان کیا ہے اس لئے بھی کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سسر ہیں اور اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی رسول اللہ کے سسر ہیں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیوہ حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا سے شادی کر لی تھی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی بیٹی ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی شادی حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کر دی تھی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے نکاح میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ⇦ ⇦ ⇦

کیا حقیقت کے اس انکشاف کے بعد بھی کسی شخص کو زیب دیتا ہے کہ وہ شیخ موصوف کی شان میں زبان درازی کرتے ہوئے یہ کہنے کی جرات کرے کہ محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ نعوذ باللہ اہل بیت سے بغض رکھتے تھے۔

............*

⇦ ⇦ ⇦ دو بیٹیاں یعنی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی دو بہنیں تھیں اس کے بعد حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے کا نام حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نام پر عمر رکھا اور کیوں نہ رکھتے ؟ کیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کے بہنوئی نہیں تھے؟ اگر انہوں نے اپنے بیٹے کو اس نام سے منسوب کیا تو اس میں کوئی تعجب کی بات نہیں بلکہ یہ تو ان کی حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے محبت اور قلبی تعلق کی واضح دلیل ہے اور یہی چیز تمام صحابہ کرام کی عادتوں میں رچی بسی ہوئی تھی کہ آپس میں تعلق قلبی اور محبت والفت اور انس ولگاؤ رکھتے تھے گویا کہ دو جان ایک قالب تھے ان کی آپسی اخوت و بھائی چارگی اپنی مثال آپ تھی اسی محبت اور قلبی لگاؤ کا تقاضہ تھا کہ شیخ رحمہ اللہ نے اپنے بیٹوں کے نام اہل بیت رضی اللہ عنہم اجمعین کے ناموں سے موسوم کئے تھے مجھے افسوس ہے ان لوگوں کی اندھی عقلوں پر جو شیخ رحمہ اللہ پر محبت اہل بیت کے بارے میں بہتان بازی سے کام لیتے ہیں اور ان پر الزام تراشی کرتے ہوئے ان کو اہل بیت سے بغض رکھنے والا شمار کرتے ہیں یہ ان کی خام خیالی ہے ورنہ حقیقت اس کے برعکس ہے جیسا کہ شیخ رحمہ اللہ کے اقوال افعال اور اعمال سے ظاہر ہے۔

اہل بیت وہ لوگ ہیں جن سے اللہ تعالیٰ نے ہر قسم کی گندگی کو دور کر دیا ہے

شیخ رحمہ اللہ کا تزکیہ اہل بیت میں وہی عقیدہ ہے جو اہل سنت والجماعت کا ہے اور اس کی بنیاد اور اساس قرآن وسنت ہے۔

شیخ محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ اپنی کتاب مجموع المؤلفات (کتاب الطهارة ١/ ٥) میں تحریر فرماتے ہیں کہ

طہارت بول کر کبھی تو نجاست عینیہ سے پاکی مراد لی جاتی ہے اور کبھی اعمال خبیثہ کی آلودگی سے پاکی مقصود ہوتی ہے اور کبھی اس چیز کا ازالہ مقصود ہوتا ہے جو عبادت الٰہی کے لئے مانع ہے۔

١: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ﴾ (المدثر:٤) مراد یہ ہے کہ اپنے کپڑے پاک رکھا کرو طہارت کی پہلی قسم کے بارے میں دلیل یہ آیت ہے۔

٢: اور طہارت کی دوسری قسم کے بارے میں یہ آیت دلیل ہے:

﴿إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا﴾ (الاحزاب:٣٣)

''اے نبی کی گھر والیو! اللہ تعالیٰ یہی چاہتا ہے کہ وہ تم سے ہر قسم کی گندگی دور کر دے اور تمہیں پاک صاف کر دے۔''

٣: اور طہارت کی تیسری قسم کے لئے یہ آیت دلیل ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَإِن كُنتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوا﴾ (المائدہ:٦)

’’اور اگر تم حالت جنابت میں ہو تو غسل کرو‘‘

اس باب میں شیخ رحمہ اللہ نے آیت تطہیر سے مراد یہ لیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اہل بیت کو اعمال خبیثہ کی آلودگی سے پاک وصاف رکھا ہے اور اس معنی کی تاکید آپ کے مذکورہ رسالہ میں لکھے ہوئے خطبہ میں ،اس بیان سے ہوتی ہے جس کو آپ نے نبی کریم ﷺ پر درودوسلام بھیجنے کے ذکر کے سیاق میں لکھا ہے اس میں آپ نے اوصاف بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے((اذھب اللّٰہ عنھم الرجس وطھرھم تطھیرا))...... ’’اللہ تعالیٰ نے اہل بیت سے ہر قسم کی گندگی کو دُور کر دیا ہے اور انہیں پاک صاف کر دیا ہے۔‘‘

شیخ رحمہ اللہ اہل بیت کے بارے میں دوٹوک واضح اور صاف وشفاف عقیدہ رکھتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے اہل بیت کو آلودگی سے منزہ فرما دیا تھا اور ان کو اخلاق ذمیمہ سے پاک کر دیا تھا اسی لئے اچھے کام کرنا اہل بیت کا شیوہ تھا اور مذموم افعال سے کنارہ کشی ان کی فطرت تھی۔

تو پتہ یہ چلا کہ ہمارے شیخ رحمہ اللہ اہل بیت کو سرچشمہ مناقب اور منبع فضائل گردانتے تھے اور ان کا عقیدہ تھا کہ اہل بیت عزت وشرف کی اوج ثریا پر فائز ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کو ہر طرح کی گندگی اور آلودگی سے پاک وصاف بنایا تھا۔ یہ ہے ہمارے شیخ محترم کا اہل بیت کے بارے میں دوٹوک عقیدہ۔ہمیں حیرت ہے کہ لوگ کس منہ سے شیخ رحمہ اللہ کو اہل بیت کے بارے میں موردالزام ٹھہراتے ہیں اور ان کی شان میں تہمت طرازیاں کرتے ہیں؟

............*

کتاب اللہ اور اہل بیت کے بارے میں گراں قدر وصیت کا بیان

شیخ رحمہ اللہ اپنی مشہور کتاب فضل الاسلام ۱/ ۲۵٦ باب الوصیۃ بکتاب اللہ عز و جل میں یوں رقمطراز ہیں۔

﴿اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ﴾ (الاعراف:۳)

''تم لوگ اس کا اتباع کرو جو تمہارے رب کی طرف سے آئی ہے (مراد یہ ہے کہ تم قرآن وسنت کا اتباع کرو) اور اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر من گھڑت سرپرستوں کی اتباع مت کرو تم لوگ بہت کم ہی نصیحت پکڑتے ہو۔''

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ خطبہ دیتے ہوئے اللہ کی حمد وثناء بیان کی پھر فرمایا اے لوگو! میں بھی تمہارے جیسا انسان ہوں ہوسکتا ہے میرے رب کا فرشتہ میری رخصتی کا پروانہ لے کر آجائے اور میں اپنے رب کریم کے بلاوے پر لبیک کہہ دوں میں تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑ جارہا ہوں۔ ایک تو کتاب اللہ ہے جس میں ہدایت اور نور ہے اس لئے کتاب اللہ کو لو اور اس پر مضبوطی سے جم جاؤ پھر کتاب اللہ پر عمل کی طرف توجہ مبذول کرائی اور اس پر مضبوطی سے جمے رہنے کی ترغیب دی۔ اس کے بعد فرمایا کہ میں تمہارے درمیان اپنے اہل بیت رضی اللہ عنہم اجمعین کو چھوڑ کر جارہا ہوں اور ان کے بارے میں تم کو اللہ کا واسطہ دیتا ہوں کہ ان کا پاس ولحاظ رکھنا۔ اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کتاب اللہ گویا کہ اللہ کی مضبوط رسی

ہے جس نے اس کو مضبوطی سے پکڑلیا اوراس کی اتباع اور پیروی کرتے ہوئے اس پر عمل پیرارہا تو سیدھے راستے کی طرف رہنمائی پا گیا اور جس نے اس کو پس پشت ڈال دیا اوراس پر عمل کرنا چھوڑ دیا تو گمراہی اور بے راہ روی اس کا مقدر بن گئی۔[رواہ مسلم]

اسی طرح شیخ رحمہ اللہ کتاب (فضـائل القرآن) میں[۱/ ۲۲] پر(بـاب من ابتغیٰ الهدیٰ من غیر القرآن) کے ضمن میں تمہید باندھتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے اس قول سے استدلال کرتے ہیں ﴿وَمَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ٥﴾(الزخرف:۳٦)''اور جو شخص رحمٰن کی نصیحت سے اندھا بن جائے ہم اس کے لیے ایک شیطان مقرر کردیتے ہیں، پھر وہ اس کے ساتھ رہنے والا ہوتا ہے۔'' یہ اوراس کے بعد والی آیت اسی سیاق میں آئی ہے اس کے بعد شیخ رحمہ اللہ نے دوسری آیت سے بھی اس جگہ استدلال فرمایا ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿وَ نَزَّلْـنَـا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَـانًـا لِّكُلِّ شَيْءٍ﴾(النحل:۸۹)

اس کے بعد اپنی بات کو مزید مستحکم کرنے کے لئے مذکورہ حدیث سے استدلال کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے آپ رضی اللہ عنہ ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خم نامی چشمہ پر(جو کہ مکہ و مدینہ کے مابین ہے)وعظ وارشاد کی غرض سے تشریف لائے اور حمد وثناء کے بعد ارشاد فرمایا۔

اے لوگو! میں بھی تمہارے جیسا ہی ایک انسان ہوں ہوسکتا ہے کہ میرے رب کا فرشتہ میری رخصتی کا پروانہ لے کر آجائے اور میں اپنے رب کے بلاوے پر رب کریم سے ملاقات کی غرض سے لبیک کہہ دوں میں تمہارے درمیان دو عظیم چیزیں چھوڑے جارہا ہوں ان میں ایک تو کتاب اللہ ہے جس میں نور ہی نور ہے اس لئے کتاب اللہ کو لے لو اور اسے مضبوطی سے پکڑ لو پھر کتاب اللہ پر عمل کی توجہ دلائی او وراس کو مضبوطی سے پکڑے رہنے کی ترغیب دی اس کے بعد فرمایا کہ میں تمہارے درمیان اپنے اہل بیت رضی اللہ عنہم اجمعین کو چھوڑ کر جارہا ہوں اس لئے

میں اپنے اہل بیت کے بارے میں تم کو اللہ کا واسطہ دیتا ہوں۔ اللہ کے واسطے ان کا پاس ولحاظ رکھنا۔

شیخ موصوف رحمہ اللہ کے بیان سے یہ بات عیاں ہوکر سامنے آجاتی ہے کہ شیخ محترم کے نزدیک قرآن کریم اور اہل بیت کے بارے میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت کا بڑا پاس ولحاظ تھا اسی لئے آپ نے اس کو اپنی کتاب میں شہ سرخیوں میں جگہ دی ہے اور اس کے ضمن میں اہل بیت رضی اللہ عنہم اجمعین کے بارے میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت کا تذکرہ کیا ہے یہ چیز شیخ رحمہ اللہ کی اہل بیت کے بارے میں صحیح سوچ اور صحیح فہم کی بھرپور غمازی کرتی ہے اور اس میں اس بات کی طرف بھی اشارہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت کے نقش قدم کی اتباع شرعاً مطلوب ہے، اگر وہ قرآن وسنت کے موافق ہے کیونکہ اہل بیت لوگوں میں سب سے زیادہ قرآن وسنت کی اتباع کرنے والے تھے۔

............*

حقوق اہل بیت

شیخ رحمہ اللہ اپنے مشہور کتابچہ الرسائل الشخصیه (١/ ٢٨٤) میں تحریر فرماتے ہیں کہ جہاں تک سبز لباس پہننے کا مسئلہ ہے تو اس کو زیب تن کرنے کا رواج قدیم زمانے میں تھا اہل بیت اور غیر اہل بیت کے درمیان فرق روا رکھنے لئے یہ رواج اپنایا گیا تھا تاکہ جو شخص ان سے ناواقف ہو وہ بھی اس نشانی کی وجہ سے انہیں جان لے اور نادانی کی وجہ سے ان پر کہیں ظلم نہ کر بیٹھے۔

دوسری بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اہل بیت کے لئے بندوں پر چند حقوق کو لازم قرار دیا ہے چنانچہ اس بارے میں کسی مسلمان کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ ان کو ان کے حق سے محروم کرے اور خوش فہمی میں مبتلا ہو کر یہ سمجھ بیٹھے کہ یہی ہمارے عقیدہ توحید کا تقاضہ ہے۔نہیں ایسا ہرگز نہیں بلکہ یہی چیز تو دین کے اندر غلو کہلاتی ہے اور ہم نے غلو کے خطرے کو مدنظر رکھتے ہوئے ہی تو اس سلسلہ میں محتاط انداز اختیار کیا ہے ورنہ ہم بھی اہل بیت کی عزت واحترام اور ان کی توقیر وتعظیم کے قائل ہیں لیکن ہم ان کی تعظیم اور تکریم اس کی حدود تک ہی کرتے ہیں ہم ان کو الوہیت کے مقام پر فائز کرنے کی کوشش نہیں کرتے اسی لئے ہم نے ان کے بارے میں غلو کی مخالفت کر کے ان کے بارے میں الوہیت کے دعوے کی جڑ کاٹ دی ہے۔

یہی وہ راز ہے جس کا اظہار شیخ رحمہ اللہ نے اہل بیت کے بارے میں ظلم وزیادتی اور ان کے حق میں انصافی اور حق تلفی جیسے کلمات کے ذریعہ فرمایا ہے اور اس بات کی وضاحت کر دی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اہل بیت کے لئے چند حقوق مقرر کیے ہیں چنانچہ اسلامی شریعت کی رو سے کسی مسلمان کو زیب نہیں دیتا کہ وہ اہل بیت سے بغض رکھ کر ان کی شان میں گستاخی یا ان کی

عزت وناموس کے بارے میں ہرزہ سرائی کر کے ان کی حق تلفی کا مرتکب ہو۔

جہاں تک شیخ رحمہ اللہ نے ان کے لئے سبز رنگ کے لباس کی ممانعت فرمائی ہے اس سے یہ بات ہرگز لازم نہیں آتی کہ شیخ موصوف رحمہ اللہ اہل بیت کے حقوق شرعیہ کے منکر ہیں یا شیخ کو ان کی شان وشوکت اور قدر ومنزلت وغیرہ سے کوئی سروکار نہیں۔ ایسا ہرگز نہیں بلکہ شیخ موصوف رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ اہل بیت کو اس دور میں سبز رنگ کے لباس کی ضرورت نہیں کسی شاعر نے اہل بیت کے حق کیا خوب کہا ہے کہ

جعلوا لابناء الرسول علامة

ان العلامة شان من لم يشهر

نور النبوة فی كريم وجوهم

يغنی الشريف عن الطراز الاخضر

''انہوں نے آل رسول ﷺ کی مخصوص پہچان بنا رکھی ہے حالانکہ پہچان کی ضرورت غیر معروف لوگوں کو پڑتی ہے اہل بیت کو پہچان کی کیا ضرورت ہے؟ ان کی پہچان کے لئے یہی کافی ہے کہ نور نبوت ان کی پیشانی پر چمک رہا ہے ان کے لئے ان کی شرافت کا چولا ہی سبز لباس سے افضل ہے چونکہ وہ عزت وشرف کا لبادہ اوڑھے ہوئے ہیں جس نے ان کو سبز لباس سے مستغنی کر دیا ہے۔''

............*

اہل بیت کے مناقب اور فضائل

شیخ رحمہ اللہ اپنے ''مجموعہ رسائل'' میں ۳۱۲/۱ رسالہ نمبر ۴۸ میں تحریر فرماتے ہیں کہ ہم میں اور آپ میں سے ہر فرد پر یہ بات واجب ہے کہ وہ اپنے علم سے اللہ تعالیٰ کی رضا کا خواہاں ہو اور اس سے اللہ کے رسول ﷺ کی سنت کی اشاعت و ترویج کا کام لے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَإِذْ أَخَذَ اللّٰهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ لَمَا آتَيْتُكُمْ مِنْ كِتَابٍ وَحِكْمَةٍ ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مُصَدِّقٌ لِمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ وَلَتَنْصُرُنَّهُ ۝﴾

(آل عمران:۸۱)

''اور جب اللہ تعالیٰ نے نبیوں سے عہد لیا کہ جو کچھ میں تمہیں کتاب وحکمت دوں پھر تمہارے پاس وہ رسول آئے جو تمہارے پاس کی چیز کو سچ بتائے تو تمہارے لئے اس پر ایمان لانا اور اس کی مدد کرنا ضروری ہے۔''

جب اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام سے یہ عہد و پیمان لیا کہ اگر وہ محمد ﷺ کا زمانہ پائیں تو ان کو نبی کریم ﷺ پر ایمان لانا اور ان کی نصرت وحمایت کرنا ہوگی تو ہم کس زور میں آتے ہیں لہٰذا ہمارے لئے نبی کریم پر ایمان لانا اور آپ ﷺ کی نصرت وحمایت کرنا ضروری امر ہے ان دونوں میں سے ایک کے ہونے اور دوسرے کے نہ ہونے سے کام نہیں چلے گا اس حکم کی بجا آوری کی ذمہ داری سب سے پہلے اہل بیت پر عائد ہوتی ہے کیونکہ یہی وہ لوگ ہیں جن میں سے اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو مبعوث فرمایا ہے اور ان کو بلند مقام ومرتبہ پر فائز فرمایا ہے اور اہل بیت میں بھی ان لوگوں پر اس کی ذمہ داری دوگنی ہو جاتی ہے جو آپ ﷺ

کی آل واولاد میں سے ہیں۔

اس رسالہ میں شیخ رحمہ اللہ نے اس بات کی توضیح کرنا چاہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی اہل بیت رضی اللہ عنہم اجمعین کی اساس اور بنیاد ہیں اسی وجہ سے اہل بیت کو پوری کائنات پر فضلیت حاصل ہے اور اس رسالہ سے یہ بات بھی مترشح ہوتی ہے کہ آپ کے زمانے میں بھی فضلیت کے قبیل کا دعوے دار ایک گروہ موجود تھا اسی لئے شیخ محترم نے اپنے اس رسالہ میں بالخصوص اہل بیت کو مخاطب کیا ہے اور اس بات سے اس اشکال کی بھی تردید ہوگئی جو کہ آپ کے مخالفین نے آپ کے سر تھوپی ہے کہ آپ رحمہ اللہ اہل بیت کے وجود کے منکر ہیں اور آپ رحمہ اللہ کا خیال ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نسب منقطع ہو چکا ہے۔

ہر نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اہل بیت پر درود بھیجنا واجب ہے

شیخ رحمہ اللہ کے تحریر کردہ (شروط الصلاۃ وارکانها وواجباتها ۱/ ۱۱) نامی رسالہ میں خصوصاً اور آپ رحمہ اللہ کے اکثر و بیشتر رسائل میں درود ابراہیمی کے ذکر کے ضمن میں عموماً اس درود کی نشاندہی ملتی ہے۔

((اللّٰهم صلِّ على محمد وعلىٰ آل محمد كما صليت علىٰ ابراهيم انك حميد مجيد))

''اے اللہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی آل واولاد پر رحمت کاملہ نازل فرما ٹھیک اس طرح جس طرح تو نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آل واولاد پر نازل فرمائی تھی بلاشبہ تیری ذات صفت حمد سے متصف ہے اور تو ہی بڑائی و بزرگی اور مجد وشرف والا ہے۔''

اس طرح آپ رحمہ اللہ کے ایک کتابچہ میں (آداب المشی الیٰ الصلاۃ) کے عنوان

کے تحت درودابراہیمی کی مشروع کیفیت بیان کرنے کے ضمن میں درود کا صیغہ یوں وارد ہوا ہے جس کو شیخ رحمہ اللہ نے (باب صفة الصلاة ۱/ ۱۰) سے موسوم کیا ہے اور شیخ رحمہ اللہ نے اس میں درود ابراہیمی کو من وعن یوں نقل فرمایا ہے۔

((اللّٰهم صلّ علیٰ محمد وعلیٰ آل محمد كما صليت علیٰ آل ابراهيم انك حميد مجيد، وبارك علیٰ محمد وعلیٰ آل محمد كما باركت علیٰ ابراهيم انك حميد مجيد.))

''اے اللہ محمد ﷺ اوران کی آل واولاد پر رحمت کاملہ نازل فرما ٹھیک اس طرح جس طرح تو نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آل واولاد پر نازل فرمائی تھی بلاشبہ تیری ذات صفت حمد سے متصف ہے اورتو ہی بڑائی وبزرگی والا ہے اوراے اللہ محمد ﷺ اوران کی آل واولاد پر اپنی خیر وبرکت کی برکھا برسادے ٹھیک اس طرح جس طرح تو نے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر برسائی تھی بے شک تیری ذات حمد وستائش کی مستحق ہے اورتو ہی بڑائی وبزرگی والا ہے۔''

مراد یہ کہ نبی کریم ﷺ پر درود بھیجنے کے لئے بہتر سے بہتر صیغہ استعمال کیا جائے گا۔

اورجیسا کہ ہم جانتے ہیں کہ درودابراہیمی دراصل دعاء ہے اورہم میں سے ہر مسلمان جانتا ہے کہ یہ دعاء نماز کے ارکان میں سے ایک اہم رکن ہے،اس کے بغیر ہماری نماز درست نہیں ہوتی۔

اورشیخ موصوف رحمہ اللہ کا عقیدہ بھی یہی ہے جواہل سنت کے مذہب کے عین مطابق ہے۔

اہل بیت کا حق دوستی

فضیلۃ الشیخ محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ''امت مسلمہ پر اہل بیت کی طرف سے بلا شرکت غیرے چند حقوق عائد ہوتے ہیں ان میں سے ایک حق یہ ہے کہ ہم ان سے محبت وبھائی چارگی اور تعلق قلبی کا معاملہ رکھیں ان کا اعزاز واکرام کریں اوران سے انس ومحبت کی

روش اختیار کریں اس کے ساتھ ساتھ اہل بیت سارے قبیلہ قریش میں اتنی عزت وتوقیر کا استحقاق رکھتے ہیں کہ قبیلہ قریش کے دیگر لوگوں کو جس کا استحقاق نہیں اسی طرح قبیلہ قریش کے ہم پر جو حقوق عائد ہوتے ہیں دیگر قبائل کو اس کا استحقاق نہیں پہنچتا جیسا کہ عربوں کو سارے عالم پر جو حقوق حاصل ہیں وہ تمام بنی نوع انسانی کے لوگوں کے ایک دوسرے پر عائد حقوق میں اپنی نوعیت میں منفرد ہیں۔ پھر فرمایا کہ قبیلہ بنی ہاشم سے نبی کریم ﷺ کی نسبت ہونے کی وجہ سے قبیلہ قریش کے کسی فرد کی بنو ہاشم کے مقام تک رسائی نہیں ہوسکتی اور قبیلہ قریش سے خلفاء راشدین کے خاندانی تعلق کی وجہ سے عربوں میں سے کوئی فرد اس مقام تک نہیں پہنچ سکتا اور سابقین اولین کا عربوں میں ہونا اس بات کی ضمانت ہے کہ بنی نوع انسانی میں کوئی ان کا مثل نہیں۔''

جناب شیخ رحمہ اللہ کا اہل بیت اور آپ ﷺ کے رشتہ داروں وقرابت داروں کے بارے میں مختصراً یہ عقیدہ تھا۔ خلاصۃً یہ کہ شیخ رحمہ اللہ اپنی تحریر میں یہ بیان کرتے ہوئے نظر آتے ہیں کہ امت مسلمہ پر اہل بیت کے بلاشرکت غیرے چند واجب حقوق ہیں اور اہل بیت ہماری جانب سے زیادہ سے زیادہ محبت والفت، بھائی چارگی واخوت اور تعلق قلبی کے مستحق ہیں۔

یہ رتبہ بلند ملا جس کو مل گیا
ہر مدعی کے واسطے دار ورسن کہاں؟

سیّدنا علی رضی اللہ عنہ چوتھے خلیفہ راشد ہیں

شیخ محترم رحمہ اللہ اپنے کتابچہ میں الرسالۃ الاولیٰ (۱/ ۱۰) کے عنوان سے تحریر فرماتے ہیں کہ

''ہمارا ایمان ہے کہ ہمارے نبی محمد ﷺ آخری نبی اور خاتم المرسلین ہیں آپ ﷺ کی ذات پر نبوت اور رسالت ختم ہوگئی آپ کے بعد اب کوئی نبی یا رسول آنے والا نہیں اور بندے کا ایمان اس وقت تک مکمل نہیں ہوسکتا جب تک کہ وہ آپ ﷺ کی رسالت اور

نبوت کا اقرار نہ کرلے اور آپ ﷺ کی امت میں بالا جماع حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سب سے افضل ہیں اس کے بعد بالترتیب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ پھر حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ پھر حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ ہیں خلفاء راشدین کے بعد مرتبہ کے لحاظ سے عشرہ مبشرہ رضی اللہ عنہم اجمعین تمام صحابہ کرام میں افضل واشرف ہیں۔''

مذکورہ پیراگراف سے یہ بات بخوبی واضح ہوجاتی ہے کہ شیخ رحمہ اللہ کے نزدیک حضرت علی رضی اللہ عنہ چوتھے خلیفہ راشد ہیں اوران کو مرتضٰی کے لقب سے موسوم کیا جاتا ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا امت کے اکابرین فضلاء، اور معزز ومکرم لوگوں میں شمار ہوتا ہے۔

............*

یوم عاشورا کو رونما ہونے والے المناک واقعہ کا بیان

یوم عاشوراء کو امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کا جانکاہ حادثہ پیش آیا حقیقت میں یہ اللہ عزوجل کی طرف سے آپ رضی اللہ عنہ کے حق میں تعظیم وتکریم کی خلعت تھی اللہ تعالیٰ نے اس کے ذریعے آپ رضی اللہ عنہ کی تاج پوشی فرمائی گویا کہ آپ رضی اللہ عنہ کے لئے یہ چیز باعث سعادت بنی جس سے آپ کو نوازا گیا تھا اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ آپ رضی اللہ عنہ کو بلند مقام پر فائز کرنا چاہتا تھا اور آپ رضی اللہ عنہ کو اہل بیت کے شایان شان بلند مرتبہ عطا کرنا چاہتا تھا۔

فضیلۃ الشیخ محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ نے رافضیوں کے رد میں لکھے گئے اپنے رسالہ الرد علیٰ الرافضہ ۱/ ۴۸ میں، شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ اور ان کے شاگرد رشید علامہ ابن القیم رحمہ اللہ نے امت مسلمہ کو اس موقع پر جو صبر کی تلقین اور اس جانکاہ حادثہ اور قتل کی اس بدترین سازش کے بارے میں نوحہ کرنے کے بارے میں جو صراحت کی ہے اس سلسلہ میں شیخین کا کلام نقل کرتے ہوئے، تحریر فرمایا ہے کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ حنبلی حرانی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں کہ سب سے پہلے ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اور آپ کو اپنی توفیق سے بہرہ ور فرمائے اس کے بعد امت مسلمہ کو پتہ ہونا چاہئے کہ یوم عاشوراء کو امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کا جو جانکاہ حادثہ پیش آیا درحقیقت یہ اللہ کی طرف سے آپ رضی اللہ عنہ کی تعظیم وتکریم تھا اللہ تعالیٰ نے اس کے ذریعے آپ رضی اللہ عنہ کی عزت افزائی فرمائی ہے اور یہ حادثہ آپ رضی اللہ عنہ کے لئے سعادت مندی اور نیک بختی کا پیش خیمہ ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے آپ رضی اللہ عنہ کو نوازا ہے مراد یہ کہ یہ

شہادت آپ کے لئے رب کریم کے حضور بلندی درجات کا سبب ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے آپ رضی اللہ عنہ کو اہل بیت کے شایان شان بلند مرتبہ سے نوازنا چاہا ہے اسی طرح اس سے یہ بھی پتہ چلا کہ جس نے آپ رضی اللہ عنہ پر ظلم وزیادتی کی اللہ تعالیٰ نے اس کو رسوائی اور پسپائی کے گڑھے میں دھکیل دیا یہی وجہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جب سوال کیا گیا کہ اے اللہ کے رسول! لوگوں میں سب سے زیادہ آزمائشوں کا شکار کون لوگ ہوا کرتے ہیں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا کہ لوگوں میں سب سے زیادہ انبیاء علیہم السلام آزمائشوں کا نشانہ بنتے ہیں اس کے بعد صالحین اور اللہ والے آزمائے جاتے پھر ان میں سے دین میں افضل سے افضل ترین اپنے مرتبہ کے اعتبار سے آزمائے جاتے ہیں جو شخص دین میں جتنا پختہ اور پکا ہوتا ہے اتنی ہی اس کی آزمائش بھی سخت ہوتی ہے اور جتنا ہی اس کے دین میں کمزوری ہوتی ہے اتنی ہی اس کی آزمائش خفیف اور ہلکی ہوتی ہے اور بندۂ مومن پیہم آزمائشوں اور مصیبتوں کا نشانہ بنا رہتا ہے یہاں تک کہ وہ زمین پر چلتا ہے اور اس کے ذمہ ایک گناہ بھی نہیں ہوتا۔

چنانچہ جب یوم عاشوراء آئے اور اس دن ایک مومن انسان کو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے جانکاہ حادثہ کا خیال آجائے تو فوراً (انا للہ وانا الیہ راجعون) پڑھے یہ اس لئے کہ مصیبت کے وقت اللہ تعالیٰ نے اس کے پڑھنے کا حکم دیا ہے تاکہ بندہ اللہ کی طرف سے مقرر کردہ اجر وثواب کا مستحق قرار پائے کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے

﴿أُولَٰئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ ۖ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُونَ﴾

(البقرۃ:۱۵۷)

اللہ تعالیٰ نے صبر کرنے والوں سے وعدہ کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ:

﴿إِنَّمَا يُوَفَّى الصَّابِرُونَ أَجْرَهُم بِغَيْرِ حِسَابٍ﴾ (الزمر:۱۰)

''بلاشبہ صبر کرنے والوں کو بغیر حساب کتاب کے پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔''

اور ابتلاء وآزمائش سے دوچار شخص کے ذہن میں اگر یہ بات موجود رہے کہ یہ ابتلاء اور

آزمائش من جانب اللہ ہے تو اس کے غم واندوہ دور ہو جائیں گے اور مصائب وآلام کافور ہو جائیں گے کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ فَإِنَّكَ بِأَعْيُنِنَا﴾ (الطور:۴۸)

''تو آپ اپنے رب کے حکم کے انتظار میں صبر سے کام لیں بلاشبہ آپ ہماری آنکھوں کے سامنے ہیں۔''

عقل مند کے لئے ضروری ہے کہ مصیبت اور ابتلاء کے وقت اس بات کو ضرور یاد رکھے کہ اگر اس نے اللہ تعالیٰ کی محبت اور اس کی رضا کو اپنے دل میں بٹھا لیا تو دنیا کے سارے مصائب وآلام اور ساری صعوبتیں اور مشکلیں خود بخود دور ہوتی چلی جائیں گی اور دنیا کی بلاؤں سے نجات مل جائے گی نیز اللہ تعالیٰ نے اس کے مقدر میں جو مصائب وآلام لکھ دیئے ہیں اس پر اس کو خود بخود صبر آ جائے گا اور اگر اسے کوئی مصیبت بھی آ جائے تو اسے برداشت کرنا اس کے لئے آسان ہو جائے گا۔

ایسا شخص جو ان باتوں کو یاد رکھے گا وہ یوم عاشوراء کو اپنا دن حتیٰ الامکان اللہ کی اطاعت وفرمانبرداری اور نیک اعمال کی انجام دہی میں گذارے گا کیونکہ نبی کریم ﷺ نے یوم عاشوراء کے روزے کی ترغیب دی ہے لہٰذا اس دن کو روزے اور اطاعت کے کاموں میں گذارنا سنت ہے بہرحال جو اپنے اوقات کو مختلف قسم کے نیکی کے کاموں میں گذارے گا ہوسکتا ہے اللہ تعالیٰ کو اس کی کوئی نیکی پسند آ جائے اور اس کو بھی نیکوکاروں کے زمرے میں شامل کرلیا جائے۔

اس کے بعد شیخ رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں: شیعوں نے ایک دوسرے کی مخالفت میں ان رسوم ورواج کی داغ بیل ڈالی ہے۔ان کے دو فریقوں میں سے ایک نے اس دن کو یوم عید قرار دے دیا اور اس دن خوشی وشادمانی اور سرور ونشاط کو اپنا شعار بنالیا یہی وہ لوگ ہیں جو فرقہ نواصب سے تعلق رکھتے ہیں انہوں نے یہ رویہ جگر گوشۂ رسول حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور اہل بیت

سے بغض و کینہ رکھنے کی وجہ سے اپنایا ہے یہ جاہلوں کا وہ ٹولہ ہے جو فساد اور بدعت پھیلانے کے درپے ہے، یہی وجہ ہے کہ انہوں نے اس دن زیب وزینت، میک اپ، خضاب لگانا، نئے کپڑے زیب تن کرنا، سرمہ لگانا اس دن لنگر تقسیم کرنا، سبیل لگوانا اور شربت تقسیم کروانا اور اس قسم کی مخصوص رسوم کو رواج دیا ہے اور وہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ ایسا کرنا سنت ہے اور شریعت کی رو سے مطلوب ہے۔اس سلسلہ میں ہمارا (اہل سنت والجماعت) کا عقیدہ یہ ہے کہ یہ اور اس طرح کے تمام رسم ورواج کا اس دن کرنا کسی صورت میں جائز نہیں کیونکہ اس بارے میں کسی قسم کی نص کا ثبوت نہیں ملتا جس سے اس کی تائید ہوتی ہو، چنانچہ شیخ علیہ الرحمہ نے یہ کہتے ہوئے اپنے کلام کو ختم کیا ہے کہ

> ''چنانچہ ان مذکورہ لوگوں نے اپنی جہالت کی وجہ سے یوم عاشوراء کو خوشی اور تہوار کا بنالیا ہے اور اس دن وہی افعال کرنا شروع کردیئے ہیں جو کہ خوشی اور تہوار کے موقعوں پر کیے جاتے ہیں جب کہ دوسرے گروہ نے یوم عاشوراء کو ماتم کا دن قرار دیا ہے اس دن وہ نوحہ خوانی اور ماتم کرتے ہیں۔ ہمارا کہنا یہ ہے کہ دونوں فرقے سنت سے خارج ہیں اور صریح جرم کے مرتکب ہیں۔''

امام ابن قیم رحمہ اللہ اس مسئلہ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ ''یوم عاشوراء کو خصوصاً میک اپ کرنا، سرمہ لگانا، بالوں میں کلر کروانا، اور سینٹ یا خوشبو استعمال کرنا جھوٹے اور مکار لوگوں کا طریقہ ہے اس کے بالمقابل دوسرے گروہ نے اس دن اپنا وطیرہ بنا رکھا ہے کہ وہ اس دن سوگ اور غم مناتے ہیں نوحہ و ماتم کرتے ہیں سینہ کوبی کرتے ہیں، گریبان چاک کرتے ہیں علامہ ان دونوں گروہوں کے بارے میں وضاحت کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ دونوں گروہ بدعت کی آلودگی سے ملوث ہیں اور سنت کے صریح مخالف ہیں۔''

اہل بیت کے بارے میں شیخ رحمہ اللہ کا موقف اور منہج یہ ہے کہ آپ رحمہ اللہ نے اہل بیت رضی اللہ عنہم اجمعین کے جانکاہ واقعہ کے بارے میں کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ سے ماخوذ مستند طریقہ پر

اہل علم کا موقف بیان کر کے حق کی طرف رہنمائی کی کامیاب کوشش کی ہے جس سے حق واضح ہو کر سامنے آ گیا ہے اور باطل سرنگوں ہو کر خاک آلود ہونے پر مجبور ہو گیا ہے۔

اس کے بعد میں ہر اس شخص کو، جو حق کا متلاشی ہے اہل بیت کے بارے میں دیئے گئے مذکورہ پیراگراف کو ملاحظہ کرنے کی دعوت دیتا ہوں یہ پیراگراف ان ائمہ کرام کا ہے جن پر فرقہ روافض سے تعلق رکھنے والے لوگوں نے دروغ گوئی اور تہمت طرازی کرتے ہوئے بہتان باندھا ہے اور ان کے بارے میں پروپیگنڈہ کیا ہے کہ یہ لوگ اہل بیت سے بغض رکھتے ہیں۔

............*

مقام حضرت علی رضی اللہ عنہ اور احادیث رسول

شیخ رحمہ اللہ نے سات ہجری میں فتح خیبر کے بارے میں تذکرہ کرتے ہوئے (کتاب التوحید ۱ / ۲۱) میں تحریر فرمایا ہے کہ

امام بخاری رحمہ اللہ اور امام مسلم رحمہ اللہ نے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہوئے نقل فرمایا ہے کہ خیبر کے دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کل میں ایسے شخص کو علَم دوں گا جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتا ہے اور اللہ اور اس کے رسول بھی اس سے محبت کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے اسی کے ہاتھ پر فتح ونصرت مقدر فرمادی ہے چنانچہ لوگوں نے اس پس وپیش میں رات گزاری کہ پتہ نہیں کس کو علم عطا کیا جائے گا؟ جونہی صبح ہوئی صحابہ کرام فرط شوق میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان میں سے ہر ایک کی یہی خواہش تھی کہ علَم جہاد اس کو مل جائے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ علی رضی اللہ عنہ کہاں ہیں جواب ملا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ آشوب چشم کی شکایت سے دوچار ہیں چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بلوا بھیجا آپ رضی اللہ عنہ کو لایا گیا چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی آنکھوں میں اپنا لعاب دہن لگا دیا لعاب دہن لگانا تھا کہ آشوب چشم کا عارضہ رفع ہو گیا اور آپ ایسے ہو گئے جیسے کوئی تکلیف تھی ہی نہیں پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو علَم عطا فرمایا اور فرمایا کہ لوگوں کی قیادت کرتے ہوئے جب میدان کارزار میں اتر کر آمنے سامنے کی نوبت آجائے تو سب سے پہلے دشمنوں کو اسلام کی دعوت دینا اور انہیں بتلانا کہ ان پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے کیا حقوق عائد ہوتے ہیں اللہ کی قسم! اگر اللہ تعالیٰ تمہاری وجہ سے ایک شخص کو ہدایت دیدے تو یہ تمہارے لئے سرخ اونٹوں سے کہیں بہتر ہے۔

پھر شیخ رحمہ اللہ نے اس حدیث کے فوائد اور اس سے مستنبط مسائل میں سے ۲۱ ویں مسئلہ کے ضمن میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔

اور اسی طرح شیخ نے ایک اور کتابچہ میں یہ تصریح فرمائی ہے کہ یہ حدیث جس میں علم دینے کا قصہ ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مناقب وفضائل میں صحیح ترین روایت ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت پر مبنی دوسری روایت:

شیخ علیہ الرحمہ اپنی کتاب (مختصر زاد المعاد[۱/ ۲۷۶]) میں غزوۂ تبوک کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو غزوۂ تبوک کے موقع پر نگران مقرر فرمایا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آپ مجھے بچوں اور عورتوں کے ساتھ چھوڑ کر جا رہے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم کو یہ بات پسند نہیں کہ میری جانشینی میں تمہارا وہی مرتبہ ہو جو حضرت ہارون علیہ السلام کا موسی علیہ السلام کے ساتھ تھا بس فرق اتنا ہے کہ میرے بعد اور کوئی دوسرا نبی آنے والا نہیں ہے۔

یہاں یہ بات واضح ہوگئی کہ شیخ علیہ الرحمہ کے بارے میں ان کے مخالفین کا یہ خیال کہ آپ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بغض وعداوت رکھتے تھے، سراسر بے بنیاد ہے اگر ایسا ہوتا تو آپ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فضائل ومناقب اپنی معرکۃ الآراء کتاب ''کتاب التوحید'' اور اس کے علاوہ اپنی دوسری کتابوں میں بیان نہ فرماتے۔

سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت میں وارد حدیث

شیخ رحمہ اللہ اپنی کتاب (مختصر زاد المعاد ۱/ ۲۹۶) میں تحریر فرماتے ہیں کہ جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لاتیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم خوشی کے ساتھ والہانہ انداز میں کھڑے ہو جاتے تھے اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے جاتے تو وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعزاز واکرام میں مودبانہ انداز میں کھڑی

ہو جاتی تھیں۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا تمام عورتوں کی سردار ہیں:

شیخ رحمہ اللہ نے اپنی مشہور زمانہ کتاب (كتاب التوحيد ١ / ٤٧) میں باب نمبر ۱۳ کے تحت تحریر فرمایا ہے کہ آپ ﷺ نے اپنے قریبی اور دور کے رشتہ داروں سے یہ کہہ دیا تھا کہ (لا اغنى عنك من الله شيئا) مراد یہ کہ کل قیامت کے دن میں تمہارے کچھ بھی کام نہیں آ سکتا یہاں تک کہ آپ ﷺ نے حضرت فاطمہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: اے فاطمہ بنت محمد ﷺ میں اللہ کے روبرو اس کے مقابلہ میں تمہارے کچھ بھی کام نہیں آ سکتا چنانچہ سید المرسلین ﷺ نے دنیا کی تمام عورتوں کی سردار حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو اس بات کی صراحت کر دی کہ کل قیامت کے دن میں تمہارے کچھ کام نہیں آ سکتا۔

دوسری قابل ذکر بات یہ ہے کہ ہم تمام لوگوں کا اس بات پر ایمان ہے کہ نبی کریم ﷺ حق بات بولتے ہیں حق کے علاوہ آپ ﷺ کی زبان مبارک سے اور کچھ نہیں نکلتا۔

اس مذکورہ حدیث سے شیخ علیہ الرحمہ کا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں عقیدہ واضح ہو کر سامنے آ گیا اور یہاں پر یہ بات بھی واضح ہو گئی کہ آپ رضی اللہ عنہا اپنے باپ نبی کریم ﷺ کی بڑی ہی چہیتی بیٹی تھیں اور یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سارے جہان کی عورتوں کی سردار ہیں۔

سیّدنا حسن رضی اللہ عنہ اہل بیت میں سے ہیں

شیخ رحمہ اللہ نے الرد علیٰ الرافضہ: [١ / ٢٩] میں اس مسئلہ پر یوں بحث کی ہے کہ

جہاں تک رافضیوں کی حضرت حسن رضی اللہ عنہ پر یہ بہتان تراشی ہے جس کا رافضیوں کے ہاں بڑا چرچہ ہے اور وہ تمام کے تمام اس قول پر متفق بھی ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارے اس دعوے کے لئے کسی دلیل کی ضرورت نہیں کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ لا وارث ہیں اور ان کا حسب

ونسب معدوم ہو چکا ہے اور ان میں سے بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہمارا یہی موقف اٹل ہے اسی وجہ سے انہوں نے امامت کو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی اولاد میں محصور کر دیا ہے اور ان میں سے بعض شیعوں نے تو امامت کو صرف بارہ اماموں تک ہی محدود کر دیا ہے اور آل حسن رضی اللہ عنہ میں سے اگر کوئی امامت کے لائق ہے تو وہ اس کی امامت کو بغیر کسی دعوے کے باطل قرار دیتے ہیں اگر چہ قدر ومنزلت، علم وعرفان اور شان وشوکت میں وہ کتنے ہی بلند مرتبہ پر ہی کیوں نہ فائز ہو؟ اور چاہے اس کے اندر امامت کی ساری کی ساری شروط موجود کیوں نہ ہوں اور لوگ اس کے ہاتھ پر بیعت ہی کیوں نہ کر لیں؟ حالانکہ آل حسن رضی اللہ عنہ کے علم وفضل، زہد وتقویٰ، جلالت شان وعظمت خاندان اور شروط امامت کے حق دار ہونے اور لوگوں کی ان سے بیعت پر رضامندی اور ان کے حسب ونسب میں کمال اور ان کے علم وفضل میں اپنی مثال آپ ہونے کے باوجود اور ان میں سے سارے کے سارے لوگوں کا درجہ اجتہاد پر فائز ہونے کے باوجود اگر ان میں سے کسی نے آل حسن رضی اللہ عنہ ہونے کا دعویٰ کیا تو انہوں نے فوراً اس کی امامت کو باطل قرار دے دیا۔ اللہ تعالیٰ انہیں غارت کرے! یہ کہاں ٹامک ٹوئیاں مارتے پھر رہے ہیں؟

روافض کے اس طرز عمل سے سمجھ میں آتا ہے کہ یہ اہل بیت کے کھلے دشمن ہیں اسی لئے تو حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی اولاد کو اہل بیت سے خارج سمجھ رہے ہیں حالانکہ یہ ان لوگوں کے حسب ونسب کا انکار کر رہے ہیں جن کا حسب ونسب اہل بیت سے ثابت ہے بلکہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا نسب اہل بیت سے بطور تواتر ثابت ہے اور یہ ایک بدیہی حقیقت ہے جس کا کسی صورت میں انکار نہیں کیا جا سکتا کسی بھی عقلمند شخص سے یہ بات ڈھکی چھپی نہیں کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نواسۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اسلامی شریعت کی رو سے کسی کے حسب ونسب کو بگاڑنے کے کام کو جاہلیت کے کاموں میں شمار کیا جاتا ہے اور حدیث پاک میں بھی اس بات کا اشارہ ملتا ہے کہ حضرت مہدی علیہ السلام حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی ذریت سے ہیں (جیسا کہ ابوداؤد کی روایت میں اس بات کی صراحت موجود ہے۔)

یہ ہے شیخ رحمۃ اللہ علیہ کا ان لوگوں کے بارے میں فیصلہ جو حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو لاوارث گردانتے ہیں اور ان کی اولاد میں امامت کے منکر ہیں، اس قول کے کہنے والے وہ لوگ ہیں جو آل حسن رضی اللہ عنہ میں سے ان لوگوں کی امامت کو جھٹلانے کے درپے ہیں جو اپنے علم وفضل، قدر ومنزلت، جلالت شان اور شروط امامت سے بہرہ ور تھے اسی کے ساتھ ساتھ لوگوں نے ان کے ہاتھوں پر بیعت کی تھی لوگوں نے ان کے حسب ونسب اور ان کے علم وفضل میں بلند درجہ پر فائز ہونے کی وجہ پر ان کو امام قرار دیا تھا اور یہ لوگ اس کو جھٹلانے کی کوشش میں ہیں، یہ محض نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی رضی اللہ عنہ وفاطمہ رضی اللہ عنہا کو ایذاء رسانی کی سازش ہے کیونکہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی اولاد کو اہل بیت سے خارج قرار دینے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور علی رضی اللہ عنہ وفاطمہ رضی اللہ عنہا کے حسب ونسب کو ہدف بنانا ہے اور حسب ونسب میں طعن کرنا جاہلیت کے افعال میں سے ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو سردار کے خطاب سے نوازنے کا بیان

شیخ رحمہ اللہ اپنی معروف کتاب (مختصر السیرۃ [۱/ ۳۲۱]) میں سنہ ۳۸ ہجری کے حوادث اور واقعات کا تذکرہ کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ اس موقع پر لوگوں نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی بیعت کی اور آپ رضی اللہ عنہ نے تقریباً ۷ ماہ تک خلافت کے فرائض سرانجام دیے، پھر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے مقابلہ کے لئے میدان کارزار کا رخ فرمایا جب دونوں لشکر آمنے سامنے ہوئے اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو محسوس ہوا کہ فریقین میں سے کوئی بھی اس وقت تک غلبہ حاصل نہیں کرسکتا جب تک حد سے زیادہ خونریزی نہ ہو تو اس خدشہ کے پیش نظر حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو صلح کی پیشکش کی اور صلح ہوگئی اور آپ رضی اللہ عنہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں خلافت سے دست بردار ہوگئے اور ان سے چند شرطوں کے ساتھ بیعت کرلی امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کی شرطیں پوری کیں بلکہ اس سے بڑھ کر آپ رضی اللہ عنہ

کوعطیات سے نوازا اس طرح نبی کریم ﷺ کی وہ پیشین گوئی حق بجانب ثابت ہوئی جو کہ صحیح حدیث میں وارد ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے کہ میرا یہ بیٹا قوم کا سردار ہے عنقریب اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھوں سے مسلمانوں کے دو عظیم الشان گروہوں کے درمیان صلح وصفائی کا فریضہ سرانجام دلوائے گا۔

نبی کریم ﷺ کی یہ بشارت صد فیصد درست ثابت ہوئی شیخ رحمہ اللہ نے اسی کے اثبات میں یہ باب قائم کیا ہے بلاشبہ یہ پیشنگوئی اہل بیت میں سے ایک سید کے ہاتھوں شرمندۂ تعبیر ہوئی اور وہ نواسۂ رسول ﷺ امام حسن بن علی رضی اللہ عنہ کی ذات ہے چنانچہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح کا فریضہ سرانجام دے کر اور اس بشارت نبویہ پر عمل کر کے اپنی سعادت مندی کا ثبوت پیش کیا اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں خلافت سے دست بردار ہو کر خاندانی شرافت کا نمونہ پیش فرما دیا اس طرح اللہ تعالیٰ نے ان کی ذات سے مسلمانوں کا ناحق خون رائیگاں ہونے سے بچالیا۔

اہل بیت عیوب ونقائص سے منزہ اور مبرا ہیں

شیخ رحمہ اللہ "الرد علیٰ الرافضه" [۱/ ۱۵] نامی کتابچہ میں رقمطراز ہیں کہ رافضیوں کی دسیسہ کاریوں میں سے یہ بھی ہے کہ وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے بارے میں تبرابازی کرتے ہیں خاص طور پر خلفاء ثلاثہ کونعوذ باللہ لعن طعن اور سب وشتم کا نشانہ بناتے ہیں اس سلسلہ میں انہوں نے اپنی معتبر کتابوں میں یہ واقعہ ہشام احول کے ساتھیوں میں سے کسی ساتھی سے نقل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ وہ کہتا ہے کہ "میں ایک دن حضرت ابوعبداللہ جعفر بن محمد رضی اللہ عنہ کے پاس موجود تھا کہ ایک شیعہ درزی آپ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اس کے ہاتھ میں دو قمیصیں تھیں اس نے آتے ہی یہ بات کہی کہ اے ابن رسول اللہ ﷺ ان دونوں قمیصوں میں سے ایک قمیص تو میں نے یوں تیار کی ہے کہ اس کی سلائی کے وقت سوئی کے ہر

ٹانکے پر میں نے لا الہ الا اللہ کا ورد کیا ہے دوسری قمیص کی سلائی کے دوران ہر ٹانکے پر میں نے صاحبین کو (نعوذ باللہ) گالی دی ہے۔ن دونوں قمیصوں میں جو قمیص آپ کو پسند ہو وہ آپ کی خدمت میں میری طرف سے نذرانہ ہے یہ آپ کی صوابدید پر ہے جسے آپ پسند فرمائیں اسے لے لیں اور جسے آپ رضی اللہ عنہ ناپسند فرمائیں اسے چھوڑ دیں ہشام احول کے ساتھی کا قول ہے کہ حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجھے وہ قمیص پسند ہے جو (نعوذ باللہ) صاحبین کو گالی دیکر تیار کی گئی ہے اور مجھے وہ قمیص ناپسند ہے جو کلمہ اللہ اکبر کے ذکر کے ساتھ تیار ہوئی ہے۔''

ذرا اس مفتری اور فاسق وفاجر کی دروغ گوئی اور اتہام بازی کی انتہا تو دیکھئے کہ ان کی طرف کس طرح کے گھناؤنے الزامات منسوب کر رہا ہے جس کا تصور بھی اہل بیت سے محال ہے، اللہ کی پناہ اہل بیت اس قسم کے عیوب ونقائص کی آلودگی سے بری الذمہ ہیں۔

شیخ رحمہ اللہ نے یہ باب قائم کر کے اہل بیت کی عصمت کو ان جھوٹوں اور مکاروں کی دسیسہ کاریوں سے بچانے کی بھرپور کوشش کی ہے اور اہل بیت کے دفاع کا فریضہ سرانجام دیا ہے اور اہل بیت سے یہ کیسے ممکن ہے کہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ صاحبین کے بارے میں ایسی گستاخی برداشت کرلیں؟ اور آپ کی غیرت وحمیت میں ذرہ برابر جنبش تک نہ آئے جبکہ حضرت امام جعفر اپنے نانا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں صراحتاً ارشاد فرماتے ہیں کہ ''ولدنی ابوبکر مرتین'' حضرت ابوبکر سے میرا دوہرا رشتہ ہے۔میرے عزیز کیا تمہیں کچھ پتہ ہے کہ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے ایسا کیوں فرمایا؟'' کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مجھے دومرتبہ جنا ہے۔''

وہ اس لئے کہ ان کی والدہ ام فروہ بنت قاسم بن محمد بن ابوبکر کی بیٹی ہیں اور قاسم کی بیوی عبدالرحمٰن بن ابی بکر کی بیٹی تھیں یہی وجہ ہے کہ آپ نے وہ مشہور قول ارشاد فرمایا ہے جو زبان زد خاص وعام ہے ''ولدنی ابوبکرؓ مرتین۔''

شیخ رحمہ اللہ کا رجحان ہے کہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اوران کے ساتھی بنسبت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اوران کے ساتھیوں کے اقرب الی الصواب ہیں

شیخ رحمہ اللہ اپنی مشہور کتاب (مختصر السیرۃ [۱/ ۳۲۱]) میں سن ۳۸ ہجری کے اہم واقعات کے ضمن میں تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اوران کے ساتھی امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اوران کے ساتھیوں کی نسبت اقرب الیٰ الصواب تھے اور دونوں فریق دائرہ ایمان سے مرتبط تھے دونوں میں سے کسی فریق کو خارج از ایمان قرار نہیں دیا جاسکتا۔ شیخ رحمہ اللہ کا صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کے مابین نزاع کے بارے میں عقیدۂ صحیحہ یہی ہے حضرت علیؓ اوران کے ساتھی امیر معاویہؓ اوران کے ساتھیوں سے افضل ہیں۔ یہ بات شیخ رحمہ اللہ کی کتاب اللہ کی آیات کے فہم وادراک کی گہرائی کی بھرپور غمازی کرتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب محکم میں ارشادفرمایا ہے:

﴿وَإِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اقْتَتَلُوا فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا﴾

(الحجرات : ۹)

''اگر مسلمانوں کی دو جماعتیں آپس میں لڑ پڑیں تو ان کے مابین صلح کرادیا کرو''

اگر آیت مذکورہ پرغور کیا جائے تو پتہ یہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دونوں فریقوں میں سے کسی کو بھی ایمان کے دائرے سے خارج نہیں کیا بلکہ دونوں کو مؤمنین کے لقب سے ہی یاد کیا ہے اسی چیز کو مدنظر رکھتے ہوئے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں کو جوان سے لڑائی جھگڑے پر اترے ہوئے تھے اپنا بھائی قرار دیا چنانچہ جب ان سے ان کے مخالفین کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے برملا جواب دیا کہ اخوانا بغوا علینا یہ ہمارے بھائی ہیں مگر ہم سے بغاوت کر بیٹھے ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس فرمان کو دیکھیے کہ اپنے مخالفین کو بھی خارج از ایمان قرار نہیں دے رہے ہیں بلکہ اپنا بھائی سمجھ رہے ہیں۔

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو اپنی بیٹی ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا رشتہ دینے کا بیان

شیخ رحمہ اللہ اپنی کتاب (مختصر السیرۃ ۱/ ۳۰۶ میں ۲۷ھ کے واقعات کے ضمن میں تحریر فرماتے ہیں کہ اس سال حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ام کلثوم بنت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہا سے شادی کی تا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے رشتہ قرابت داری استوار ہو جائے۔

شیخ رحمہ اللہ نے اس مبارک شادی کا ذکر کیا ہے اور اس بات کی بھی وضاحت کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس اعزاز سے سرشار ہونے کے خواہاں تھے جو کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ وفاطمہ رضی اللہ عنہا اوران کی اولاد کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نسبت اور قرابت اور اس کی قدر ومنزلت کی وجہ سے حاصل تھا لہٰذا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نسب نبوی کے دائرے میں داخل ہونے کی خواہش میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی ام کلثوم رضی اللہ عنہا سے عقد فرمایا۔

شیخ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بعض لوگ کس منہ سے یہ بات کہتے ہیں؟ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نفرت تھی یا حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور اہل بیت کے مخالف تھے، اگر فرض کر لیا جائے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مخالف تھے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنی بیٹی ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے شادی کیوں کرتے؟ کیا یہ بات قابل قبول ہے؟ اور عقل وشعور اس کو قبول کرنے کے لئے تیار ہے؟ کیا کوئی انسان ایسی صورت میں ایسے شخص کو اپنی بیٹی کا رشتہ دینے کے لئے آمادہ ہوگا؟

بلکہ یہ بات تو اس امر کی غماز ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین اور اہل بیت کے مابین محبت والفت، اخوت و بھائی چارگی، ہمدردی ومہربانی اور اتحاد واتفاق کا رشتہ استوار تھا۔

اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان کس قدر سچ ہے:

﴿مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ

تَرَاهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِّنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِم مِّنْ أَثَرِ السُّجُودِ ذَٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرَاةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْإِنجِيلِ كَزَرْعٍ أَخْرَجَ شَطْأَهُ فَآزَرَهُ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوَىٰ عَلَىٰ سُوقِهِ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ مِنْهُم مَّغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيمًا﴾ (الفتح: ۲۹)

''اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں کافروں پر سخت ہیں پس میں رحم دل ہیں [اور ان کی صفت یہ ہے] اللہ کے فضل اور اس کی رضا مندی کی جستجو میں رکوع وسجود کرتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں ان کے سجدوں کے نشان ان کے چہروں پر نمایاں ہیں ان کی یہی مثال تو راۃ میں ہے اور ان کی مثال انجیل میں مثل اس کھیتی کے ہے کہ جس نے اپنا کھوا، نکالا ہو پھر اسے مضبوط کیا ہو اور پھر وہ موٹا ہو گیا ہو اور اپنے تنے پر سیدھا کھڑا ہو گیا ہو جو کسانوں کے لیے خوشی کا سامان ہوتا کہ کافر اس کو دیکھ دیکھ کر کڑھیں اور اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں اور نیک وصالح اعمال کرنے والوں سے بخشش کا اور اجر عظیم کا وعدہ فرمایا ہے۔''

ناصبیوں کی جہالت

شیخ رحمہ اللہ مسئلہ نمبر ۲۷ کے ضمن میں بعض گمراہ لوگوں کے شیاطین کی دکھائی ہوئی بھول بھلیوں میں پھنس جانے کے بارے میں امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا کلام نقل کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ جب مشرک ترک ،اہل بیت میں سے اولاد عباس رضی اللہ عنہ کے ساتھ بغداد میں جو کچھ ناروا سلوک ہوا اس کی وجہ سے اہل بیت ؓ کے تعاون کے لئے آمادہ ہو گئے تو اس کی مخالفت میں نواصب کا متعصب گروہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے خلاف کھڑا ہو گیا یہ وہ لوگ تھے جو جاہل محض تھے جنہوں نے فساد در فساد برپا کر دیا اور اہل وعیال پر نان نفقہ میں توسیع اور اس

جیسے چھوٹے چھوٹے مسائل کو لے کر فتنہ برپا کر دیا اس کے پیچھے ان کی شرارت نفس، خباثت طبع، جہالت اور اکھڑ پن، جیسی صفات کارفرما تھیں انہوں نے یہ بھی نہیں سوچا کہ اللہ تعالیٰ عدل وانصاف، رحمدلی اور احسان کا حکم دیتا ہے۔

چنانچہ شیخ رحمہ اللہ ہر اس گروہ یا فرقہ کے سامنے سینہ سپر ہو جاتے تھے جو رسول اللہ ﷺ کے قرابت داروں سے بغض وعداوت یا ان کی شان میں گستاخی یا ان کی حقارت کے در پے ہو اسی لئے جاہل اور بے ایمان ناصبیوں نے شیخ رحمہ اللہ کو ایذاء رسانی کی کوشش کی ہے مگر اس کے باوجود کوئی بھی ان کو اہل بیت کے دفاع کے بارے میں ان کے عزم محکم سے باز نہ رکھ سکا یہی وجہ ہے کہ اہل بیت کے دفاع کے معاملہ میں شیخ کا موقف دوٹوک اور واضح ہے۔

ہم اللہ تعالیٰ سے حسن خاتمہ چاہتے ہوئے اپنی کتاب کو اس آخری گذارش پر ختم کرتے ہیں اس امید پر کہ جن حقائق کو آپ کے سامنے رکھا ہے ان کا تقاضہ یہ ہے کہ ہم اس عظیم ہستی کے بارے میں، جس نے اپنی زندگی کو دین اسلام کے دفاع اور عقیدہ توحید کی نشر واشاعت کے لیے وقف کر دیا تاکہ اہل بیت پر الزام تراشی ودروغ گوئی کا دروازہ بند ہو جائے، اعتدال سے کام لیں اور اس پر حکم لگانے سے پہلے اس کی کتب اور تحریروں کو پڑھ لیں۔

............*